انسانی بنیادی حقوق کا اسلامی تصور

جناب عرفان خالد ڈھلوں
لیکچرار گورنمنٹ مرے کالج سیالکوٹ

حقوق حق کی جمع ہے۔ حق عربی زبان کا لفظ ہے۔ لسان العرب میں لفظ "حق" کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: "وتطلق کلمة الحق علی النصیب المحدد"[1] لفظ حق کا اطلاق کسی مقررہ حصہ پر ہوتا ہے۔

انگریزی زبان میں حق کا مترادف RIGHT ہے جس کی تعریف ایک قانونی لغت میں درج ذیل بیان کی گئی ہے:

"A power, privilage or immunity guaranteed under a constitution, statutes or decisional laws or claimed as a result of long usage" (2)

ایک اختیار، استحقاق یا تحفظ جس کو دستور، تحریری قانون یا عدالتی فیصلوں سے وجود میں آنے والے قوانین کے تحت ضمانت دی گئی ہو یا جسے طویل رواج و استعمال کے نتیجے میں حاصل کیا گیا ہو۔

انسانی بنیادی حقوق سے مراد شریعت کی طرف سے عطا کردہ وہ حقوق ہیں جو ہر انسان کو بحیثیت انسان پیدائشی طور پر حاصل ہیں۔ یہ وہ لازمی حقوق ہیں جو انسان کی معاشرتی زندگی کے لیے نہایت ضروری ہیں اور جن کے بغیر انسان کی بقا اور اس کی شخصیت کی تعمیر ناممکن ہے۔ شریعتِ اسلامی نے ان حقوق کو متعین کرتے وقت انسان کو بحیثیت انسان مدِنظر رکھا۔ اس کو مختلف طبقات میں تقسیم

نہیں کیا۔ انسانوں میں جنس، رنگ، نسل، زبان، قوم، علاقہ اور مذہب وغیرہ کے امتیازات قائم نہیں کیے۔ حکمران اور ایک عام شہری، مرد اور عورت، مسلم اور غیر مسلم سب یکساں طور پر ان سے متمتع ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ شریعت اسلامی نے بنیادی حقوق کی اہمیت کے پیش نظر ان کا تعین کر کے انہیں ہمیشہ کے لیے قانونی تحفظ دے دیا ہے۔

انسان کی اپنی تاریخ جتنی قدیم ہے انسانی حقوق کا تصور بھی اتنا ہی قدیم ہے۔ قرآن مجید جو سابقہ امم کے احوال کا واحد اور مستند ترین ذریعہ ہے، میں سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل اور قابیل کی لڑائی کا واقعہ مذکور ہے۔ قابیل اپنے بھائی ہابیل کو جب قتل کرنے لگا تو ہابیل نے اس سے کہا کہ تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے لیکن میں اللہ کے خوف کی وجہ سے تجھے قتل نہیں کروں گا۔ ہابیل نے قابیل کو انسانی جان کی حرمت کے بارے میں یاد دہانی کرائی لیکن قابیل نے حق زندگی کے اصول کی پاسداری نہ کرتے ہوئے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ قرآن مجید کے الفاظ ہیں:

لئن بسطت إلیّ یدك لتقتلنی ما أنا بباسط یدی الیك لاقتلك۔
إنی أخاف اللہ رب العالمین۔ إنی أرید أن تبوء باثمی واثمك
فتکون من أصحاب النار۔ وذلك جزاء الظالمین[۳]

اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہ۔ ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے۔

اپنی بشری کمزوریوں کی وجہ سے انسان کا حقوق کے معاملہ میں غیر جانبدارانہ کردار ہمیشہ مشکوک رہا ہے ان کمزوریوں کے غالب آجانے پر وہ اپنے ہی جیسے انسانوں کے لیے قانون سازی کرتے وقت ان کا حق مارنے سے باز نہیں آتا۔ اسلام انسان کی انسان پر مطلق حکمرانی کی حمایت نہیں کرتا۔ انسانوں کے خالق اور مقنن اعلیٰ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو مدنظر رکھ کر ان کے لیے بنیادی حقوق طے کر دیے ہیں تاکہ ان کے بارے میں انسان آپس میں جھگڑا نہ کریں۔

مغرب میں بنیادی حقوق کا تصور ابتداءً اس وقت آیا جب ۱۶۳۵ء میں برطانیہ میں ایک سمندری جہاز سے متعلق کسی تنازعہ کے نتیجے میں یہ مطالبہ کیا جانے لگا کہ بادشاہ کو معاہدے کا

پابند بنایا جائے گا۔[۴] بعد میں حقوق کے حصول کے لیے عوام اور حکمران ٹولہ کے مابین طویل کشمکش شروع ہو گئی برطانیہ کا میگنا کارٹا ہو یا امریکہ کا منشورِ حقوق، فرانس کا منشورِ حقوقِ انسانی ہو یا اقوامِ متحدہ کا منشورِ حقوقِ انسانی ان سب کی عمر کچھ زیادہ نہیں ہے جبکہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال سے بھی زائد عرصہ قبل شریعتِ کامل کے ذریعے انسانیت کو ایسے جامع اور اعلیٰ بنیادی حقوق عطا کر دیے تھے جو آج بھی اپنی نظیر آپ ہیں۔

مشہور اصولی علامہ شاطبی نے شریعتِ اسلامی کے مقاصد بیان کرتے ہوئے ان کی تین اقسام کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ مقاصد ضروریہ

۲۔ مقاصد حاجیہ

۳۔ مقاصد تحسینیہ

مقاصد ضروریہ کی تعریف کرتے ہوئے علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

"(فأما الضرورية) فمعناها أنها لابد منها في قيام مصالح الدين والدنيا، بحيث اذا فقدت لم تجر مصالح الدنيا على استقامة، بل على فساد وتهارج وفوت حياة"[۵]

ضروری مقاصد سے مراد وہ مقاصد ہیں جو دین اور دنیا دونوں کے امور کے قیام کے لیے لازمی ہیں۔ اگر یہ مقاصد پورے نہ ہوں تو دنیا کے امور استقامت کے ساتھ جاری نہیں رہ سکتے بلکہ دنیا میں فتنہ و فساد پیدا ہو جائے اور زندگی تباہ ہو کر رہ جائے۔

علامہ شاطبی مزید لکھتے ہیں: "ومجموع الضروريات خمسة: حفظ الدين، والنفس والنسل والمال والعقل"[۶] شریعت اسلامی کے مقاصد ضروریہ مجموعی طور پر پانچ ہیں اور وہ یہ ہیں حفظِ دین، حفظِ جان، حفظِ نسل، حفظِ مال اور حفظِ عقل۔ شریعتِ اسلامی مندرجہ بالا پانچوں چیزوں کے تحفظ کی مکمل ضمانت دیتی ہے قرآن وسنت کی نصوص کی روشنی میں جتنے بھی انسانی بنیادی حقوق کا پتہ چلتا ہے وہ سب مندرجہ بالا پانچوں

مقاصدِ ضروریہ کی تفصیلات ہی ہیں۔

اسلام کے عطا کردہ بنیادی حقوق کو سب سے بڑا اور پائیدار تحفظ شریعت کا حاصل ہے۔ شریعتِ اسلامی مکمل، ابدی اور پائیدار ہے۔ خود شارعِ حقیقی اللہ تعالیٰ اب ان حقوق میں کمی بیشی یا انہیں سلب نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ انبیاء و رسل کو مبعوث کرنے کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے اور شریعت اپنی مکمل شکل میں انسانوں کو دے دی گئی ہے۔ یہی شریعت انسانی بنیادی حقوق کا مصدر و منبع ہے۔ ایک اسلامی مملکت ان بنیادی حقوق کو انسانوں تک پہنچانے کو یقینی بنائے گی اور اس کے لیے عملی اقدامات کر کے اپنا فریضۂ منصبی ادا کرے گی۔ اسلامی مملکت کا ریاستی دستور ان بنیادی حقوق کو اپنے طور پر بھی آئینی تحفظ دے گا لیکن شریعت کو ایک ریاستی دستور سے بالاتر Supra constitutional حیثیت حاصل ہے۔ دیگر اقوام میں جو بنیادی حقوق پائے جاتے ہیں ان کے تحفظات پائیدار نہیں ہیں۔ انہیں صرف ریاست کے دستور کا تحفظ حاصل ہوتا ہے اور دستور ایک ایسی دستاویز ہوتی ہے جو حکمرانوں کی دستبرد اور ان کی چیرہ دستیوں سے کبھی محفوظ نہیں رہی۔ عدالتیں جو بنیادی حقوق کے حصول کا قانونی ذریعہ ہیں وہ خود اپنے اختیارات دستور سے حاصل کرتی ہیں اور دستور کی اپنی حیثیت پائیدار نہیں ہوتی۔ لہٰذا سے جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا اسلام کے علاوہ دیگر تمام مذاہب و اقوام میں انسانی بنیادی حقوق کو مکمل تحفظ حاصل نہیں ہے انسانیت پر یہ احسانِ عظیم اسلام نے کیا ہے کہ اس نے بنیادی حقوق کو شریعتِ اسلامی کے ذریعے تحفظ دے کر انہیں مستقل حیثیت دے دی ہے۔

ہنگامی حالات

چونکہ اسلام کے عطا کردہ بنیادی حقوق کا منبع و مصدر شریعت اسلامی ہے۔ یہ حقوق خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو عطا کیے ہیں اس لیے کوئی حکمران یا ادارہ ان حقوق کو سلب یا تبدیل نہیں کر سکتا۔ کسی قانون کو منسوخ کرنے یا اس میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کا اختیار یا تو خود قانون ساز کو حاصل ہوتا ہے یا پھر اس سے بالاتر کسی ذات کو۔ جبکہ مسئلہ زیرِ بحث میں بنیادی حقوق کو عطا کرنے والا نہ تو کوئی انسان یا انسانوں کا کوئی ادارہ ہے اور نہ ہی کسی انسان یا انسانوں کے کسی ادارہ کی حیثیت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے بالاتر ہو سکتی ہے ۔ لہذا اگر کسی حکمران یا ادارہ کی طرف سے اسلام کے عطا کردہ بنیادی حقوق کو جزوی یا کلی پر معطل، سلب یا ان میں کسی قسم کی کوئی ترمیم کی گئی تو ان کا یہ اقدام اختیارات سے تجاوز (ULTRA VIRES) کی زد میں آئے گا۔ شریعت نے کسی حکمران کو ایسا کوئی اختیار نہیں دیا کہ وہ کسی فرد یا قوم کو بنیادی حقوق سے محروم کر دے ماسوائے اس کے کہ کسی کے ارتکابِ جرم پر اسے بنیادی حق سے محروم کرنا قانونی تقاضا ہو۔

مشہور مسلم مفکر محمد اسد کی یہ رائے ہے کہ غیر معمولی حالات میں بعض اقدامات کی اجازت ہو سکتی ہے۔ غیر معمولی حالات میں بنیادی حقوق معطل کیے جا سکتے ہیں وہ اپنے اس موقف کے حق میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ سخت بھوک کے وقت حرام چیز بھی زندگی کو بچانے کے لیے فرضی حد تک کھانے کی اجازت ہے اور یہ انفرادی نوعیت کی اجازت اجتماعی صورت میں اور بھی اہم ہو جاتی ہے۔[۷]

نظریۂ ضرورت کے تحت اضطراری اور مجبوری کی حالت میں حرام چیزوں کا ایک حد تک استعمال جائز ہے۔ ایک مشہور قاعدہ کلیہ ہے۔

الضرورات تبیح المحظورات[۸]

ضرورتیں ممنوع اشیاء کو جائز کر دیتی ہیں۔

نظریۂ ضرورت ممنوع کو مباح کر دیتا ہے لیکن اس نظریہ سے دوسروں کے حقوق باطل نہیں ہوں گے اس سلسلہ میں بھی قاعدہ کلیہ ہے:

الاضطرار لا یبطل حق الغیر[۹]

اضطرار اور مجبوری دوسرے کے حق کو باطل نہیں کرے گی۔

مزید یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ریاست مدینہ کے حالات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں بنیادی حقوق کو کبھی معطل یا سلب نہیں کیا گیا اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ریاستِ مدینہ کبھی ہنگامی حالات سے دوچار نہیں ہوئی۔ عہد خلافتِ راشدہ (۱۱ھ تا ۴۰ھ) سے بھی یہی حقیقت سامنے آتی ہے تعامل خلفائے راشدین بھی ہمارے لیے حجت ہے۔ تعامل خلفائے راشدین کا درجہ قرآن و سنت کے برابر یقیناً نہیں ہے لیکن ان

دونوں کے بعد ضروری ہے اور اسے یہ قانونی حیثیت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سترون من بعدی اختلافاً شدیدا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ"[۱۰]

تم میرے بعد سخت اختلاف دیکھوگے تو تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت اور خلفائے راشدین ہدایت یافتہ لوگوں کی سنت کو اپنے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑلو۔

جس طرح رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اسی طرح صحابہ کی سنت پر عمل کرنا گویا رسول کی سنت پر عمل کرنا ہے۔

علامہ شاطبی فرماتے ہیں:

"سنة الصحابة کسنة الرسول یعمل بھا ویرجع الیھا"[۱۱]

صحابہ کرامؓ کی سنت رسولؐ کی سنت کی مانند ہے۔ اس پر عمل کیا جائے گا اور اس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

آج کی ایک ریاست کو جن غیر معمولی اور ہنگامی حالات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ ریاست مدینہ اور خلفائے راشدین کی حکومتوں کو بھی ایسے بہت سے ہنگامی اور غیر معمولی حالات کا سامنا رہا۔ ایک ملک وقوم کے لیے جنگ سے زیادہ ہنگامی حالت اور کیا ہو سکتی ہے لیکن اس حالت میں بھی عہد نبوی یا خلافت راشدہ کے دور میں بنیادی حقوق کو معطل کرنے یا سلب کرنے کا کوئی واقعہ نہیں ملتا خلافت راشدہ کے دور میں بعض اوقات اندرونی بدامنی کی وجہ سے ملکی حالات نہایت ہنگامی اور غیر معمولی نوعیت کے رہے مثلاً مانعین زکوٰۃ کا فتنہ، قحط، ارتداد، بغاوتیں اور آخری دور میں سیاسی افراتفری وغیرہ لیکن شہریوں کو غیر قانونی طور پر ان کے بنیادی حقوق مثلاً عدالتوں تک رسائی، اظہار رائے، نجی زندگی و جائداد کا تحفظ وغیرہ سے محروم نہیں کیا گیا۔ یہ ہنگامی حالات بنیادی حقوق کی معطلی کا سبب نہ بن سکے۔ خلافت راشدہ میں اس بات کا پتہ ضرور چلتا ہے خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے قحط کے زمانہ میں چوری کی حد کی سزا موقوف کر دی تھی[۱۲] اس طرح حالات میں عوام کو مزید تحفظ دیا گیا بجائے کہ ان کے بنیادی حقوق چھین لیے جاتے۔

غیر معمولی اور ہنگامی حالات (EMERGENCY) کی اصطلاح ایک مبہم اصطلاح ہے۔ اگر ہنگامی حالت نافذ کرکے بنیادی حقوق معطل کرنے کا دستوری اختیار دے دیا جائے تو حکمران کسی بھی واقعہ کو ہنگامی حالت کی بنیاد بنا کر جب چاہے شہریوں کے حقوق معطل کر دے گا اس طرح حکمرانوں کے اندر آمرانہ روش کی پرورش ہوگی اور ارتکازِ اختیارات ہوگا۔ ارتکاز خواہ اختیارات کا ہو یا دولت کا معاشرے میں بناؤ کی بجائے بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔

حق زندگی

شریعتِ اسلامی کے مطالعہ سے جن انسانی بنیادی حقوق کا پتہ چلتا ہے ان میں سب سے اہم حق، حقِ زندگی ہے۔ ہر انسان کا یہ حق ہے کہ اس کی زندگی اپنی طبعی عمر تک ماسوائے کسی قانونی تقاضے کے، ہر قسم کی اذیت اور خطرے سے محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

"ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ إلا بالحق"[۱۳]

قتلِ نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔ مگر حق کے ساتھ۔

نفسِ انسانی کو ناحق قتل کرنے کی اتنی شدید مذمت کی گئی ہے کہ اسلام ایک انسان کا ناحق قتل پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے۔

"ومن قتل نفسا بغیر نفس أو فساد فی الأرض فکأنما قتل الناس جمیعا۔ ومن احیاھا فکأنما احیا الناس جمیعا"[۱۴]

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی زندگی بخشی اس نے گویا انسانوں کو زندگی بخش دی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع جو انسانی بنیادی حقوق کا عظیم الشان اعلان ہے، میں دو ٹوک فرما دیا تھا کہ انسانوں پر ایک دوسرے کا خون، مال اور عزتیں حرام ہیں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:

"فإن دماءکم واموالکم واعراضکم بینکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا"[۱۵]

بے شک تمہارا خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تمہارے درمیان اسی طرح

محترم ہیں جس طرح آج کے دن کی اس ماہ میں اور اس شہر میں حرمت ہے۔

اسلام انسان کے حقِ زندگی کو اس کی ولادت سے قبل ہی تسلیم کرتا ہے۔ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غامدیہ نامی عورت آئی اور زنا کے جرم کا اقرار کرتے ہوئے اپنے اوپر حد کی سزا کے نفاذ کا مطالبہ کیا۔ وہ حاملہ تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا جب بچے کی پیدائش ہو جائے تب آنا۔ بچے کی پیدائش کے بعد وہ عورت پھر حاضر ہوئی آپ نے بچے کے دودھ چھوڑنے تک اسے مہلت دی اور اس کے بعد غامدیہ کے پھر حاضر ہونے اور اپنے اوپر سزا کے نفاذ کے مطالبہ پر اسے رجم کر دیا گیا[۶] اس طرح انسان کے حقِ زندگی کو دورانِ حمل ہی تحفظ دیا گیا۔ اسلامی قانون میں یہ بھی درج ہے اور اس سے اس کے حقوق ثابت ہوتے ہیں۔

"وبذلك كانت للجنين اهلية وجوب ناقصة. بها صار صالحا للوجوب له لا عليه"[۷]

جنین میں ناقص اہلیتِ وجوب پائی جاتی ہے۔ اس اہلیت سے اس کے حقوق ثابت ہوں گے لیکن فرائض نہیں۔

حقِ عزت

ایک اور اہم حق، حقِ عزت ہے۔ انسان کی عزت کے احترام کے بارے میں فرمانِ خداوندی ہے:

"يايها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن - إن بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا - أيحب احدكم أن يأكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه واتقوا الله ان الله تواب رحيم"[۸]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

حق ملکیت جائز طریقوں سے حاصل کی گئی دولت و جائداد پر انسان کی ملکیت کے حق کو اسلام تسلیم کرتا ہے اور دوسرے کے مال پر دست درازی کرنے اور غصب کرنے سے منع کرتا ہے۔ انسانی مال کی حرمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

"ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[۱۹]

تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناروا طریقے سے نہ کھاؤ۔

مندرجہ بالا آیت میں اموالکم (یعنی تمہارے اموال) میں ضمیر "کم" اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اسلام نجی ملکیت کے حق کو تسلیم کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں یہ فرمایا تھا:

"یا ایھا الناس إن دماءکم واموالکم علیکم حرام إلی ان تلقوا ربکم"[۲۰]

اے لوگو بے شک تمہارے اموال ایک دوسرے پر اس دن تک حرام ہیں جب تم اپنے رب سے ملو گے یعنی قیامت تک حرام ہیں۔

حق نقل و حرکت ہر شہری کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ جہاں چاہے رہے اور جہاں چاہے جائے۔ کسی قانونی مطالبہ کے بغیر کسی شخص سے نقل و حرکت اور سکونت کا حق نہیں چھینا جا سکتا۔ ارشادِ ربانی ہے:

"فسیروا فی الأرض"[۲۱]

پس زمین پر چلو پھرو۔

کسی شخص کو اس کے گھر اور وطن سے ناحق بے دخل کرنا بنیادی حقوق کے خلاف اقدام ہے۔ اس جرم کا ارتکاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل نے کیا تھا۔ قرآن مجید نے بنی اسرائیل کے دیگر جرائم کی طرح ان کے اس جرم کا ذکر بھی کیا ہے:

"وتخرجون فریقا من دیارھم"[۲۲]

اور تم اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو ان کے گھروں اور وطنوں سے نکال دیتے ہو۔

اسلام جہاں انسان کو اس بات کا تحفظ دیتا ہے کہ اس کو اس کے گھر سے بے دخل نہیں کیا جائے گا

وہاں اسلام انسان کو یہ حق بھی دیتا ہے کہ اسے بغیر کسی جرم کے قید اور حبسِ بے جا میں نہیں رکھا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمان جاری کیا تھا:

"لا یؤسر رجل فی الاسلام بغیر عدول"[۲۳]

اسلام میں کوئی شخص بغیر عدل کے قید نہیں کیا جائے گا۔

حقِ اظہارِ رائے

آزادی اظہار رائے بھی انسان کا بنیادی حق ہے اگر اظہار رائے پر پابندی لگا دی جائے تو معاشرے میں صحتمند فکر پروان نہیں چڑھ سکتی اسلام فرد کو حریتِ فکر کی آزادی دیتا ہے وہ اسے یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنے ضمیر و اعتقاد کی آواز پر اپنی رائے کا اظہار کرے۔ اسلام کا تو دین و مذہب جیسے اہم ترین مسئلہ کے بارے میں یہ موقف ہے کہ دین کسی غیر پر زبردستی ٹھونسا نہیں جائے گا۔ قرآن مجید میں یہ اصول بیان کر دیا گیا ہے:

"لا إكراه فى الدين"[۲۴]

دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔

اس عظیم الشان اصول سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اظہار رائے کے معاملے میں اسلام کا ظرف کتنا وسیع ہے۔ البتہ اس حق کے استعمال میں یہ بات ضرور اہم ہے کہ یہ حق معاشرے میں نیکیوں اور مثبت نظریات اور سرگرمیوں کے لیے ہی استعمال ہوگا۔ مادر پدر اور بے لگام آزادی کی کوئی قسم اسلام میں نہیں پائی جاتی۔ اسلامی مملکت میں حقِ اظہارِ رائے پر دستوری طور پر یہ پابندی ہوگی کہ یہ حق منکرات کی اشاعت و فروغ کے لیے استعمال نہیں ہوگا اور نہ ہی کسی کو اس حق کے استعمال سے فکری و ذہنی اشتات و انتشار پیدا کر کے معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کی اجازت ہوگی جس سے قومی سلامتی اور ملّی وحدت کو نظریاتی طور پر خطرہ لاحق ہو جائے۔ یہ حق معروف کے لیے استعمال ہوگا۔ ایسی تنقید کی اجازت ہے جو برائے تعمیر و اصلاح کی جائے۔ مثبت تنقید اسلامی نظام سیاسی کی نمایاں خصوصیت ہے۔

"فلما نسوا ما ذكروا به انجينا الذين ينهون عن السوء واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس بما كانوا يفسقون"[۲۵]

جب وہ ان ہدایات کو بالکل ہی فراموش کر گئے جو انہیں یاد کرائی گئی تھیں تو ہم نے

ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے روکتے تھے اور باقی سب لوگوں کو جو ظالم تھے ان کی نافرمانیوں پر سخت عذاب میں پکڑ لیا۔

معاشی تحفظ

معاشی تحفظ بھی بنیادی حقوق میں شامل ہے۔ ہر شہری کا یہ حق ہے کہ اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اسے روزگار کے مواقع میسر ہوں اور بوجوہ کسب معاش سے معذوری کی بنا پر معاشرہ اس کا کفیل بنے۔ قرآن وسنت کی بے شمار ایسی نصوص ہیں جو معاشرے کے امیر لوگوں کو معاشی طور پر محروم لوگوں کی ضروریات کا ذمہ دار ٹھہراتی ہیں۔

قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

"وفی اموالھم حق للسائل والمحروم"[26]

اور ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم لوگوں کے لیے۔

ایک اور موقع پر قرآن یہ انداز اختیار کرتا ہے:

أرءیت الذی یکذب بالدین فذلك الذی یدعّ الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین۔ فویل للمصلّین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یرآءون ویمنعون الماعون[27]

کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے پر نہیں اکساتا۔ پھر تباہی ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں جو ریاکاری کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں لوگوں کو دینے سے گریز کرتے ہیں۔

معاشی استحصال سے تحفظ بھی انسان کا حق ہے۔ کسی شخص سے بیگار نہیں لیا جائے گا۔ ہر ایک کو اس کے کام کے مطابق اجرت دی جائے گی ایک حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس شخص کا دشمن ہوگا جس نے مزدور سے پوری محنت لی اور پھر اس کی اجرت ادا نہ کی۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:

"قال اللہ تعالیٰ: ثلاثة أنا خصمھم یوم القیامة رجل اعطی بی ثم غدر ورجل باع حرّا فاکل ثمنه ورجل استأجر

اجیرا فاستوفی منہ ولم یعطہ اجرہ[۲۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کا میں قیامت کے روز دشمن ہوں گا ایک وہ شخص جس نے میرا واسطہ دے کر عہد کیا پھر غداری کی دوسرا وہ شخص جس نے آزاد آدمی کو بیچا اور اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو کام پہ لگایا اس سے پورا کام لیا اور اس کی اجرت ادا نہ کی۔

نجی زندگی کا تحفظ

ہر انسان فطری طور پر یہ چاہتا ہے کہ اس کی نجی زندگی محفوظ ہو اسلام انسان کو اس کی نجی زندگی کے تحفظ کا یقین دلاتا ہے۔ کسی شخص کی ذاتی زندگی میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں فرمانِ خداوندی ہے:

"یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا"[۲۹]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضامندی نہ لے لو۔

اسلام میں کسی شخص کے ذاتی معاملات میں تجسّس کرنا اور ٹوہ لگانا جرم قرار دیا گیا ہے۔

"یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرًا من الظن إن بعض الظن إثم ولا تجسسوا"[۳۰]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسّس نہ کرو۔

خلفائے راشدینؓ کا عہد اِن اسلامی تعلیمات کے عملی مظاہرہ کا عہد تھا۔ دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروقؓ حسبِ عادت ایک رات اپنی رعایا کا حال معلوم کرنے کے لیے دورے پر نکلے۔ ایک مکان کے باہر آپ کو کچھ شک ہوا۔ آپ نے دیوار پھلانگ کر مکان کے اندر جھانکا۔ ایک شخص شراب و کباب میں مصروف تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے اس کو سرزنش کی اس شخص نے ایک عظیم سلطنت کے حکمران کو جواب دیا کیا آپ کو اللہ نے اس بات سے منع نہیں کیا کہ آپ ٹوہ نہ لگایا کریں۔ حضرت عمرؓ نے اس بات پر اسے چھوڑ دیا اور کوئی کاروائی نہ کی[۳۱]

قانونی تحفظ

اسلام شہریوں کو یہ تحفظ بھی دیتا ہے کہ محض شک و شبہ کی بنا پر کسی کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی جائے گی۔ کاروائی کسی ٹھوس ثبوت کے فراہم ہونے پر ہی قانون کے مطابق کی جاسکے گی۔ اللہ تعالیٰ کی واضح تنبیہ ہے:

یاایها الذین امنوا إن جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین[۳۲]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک عیسائی غلام نے آپ کو بحیثیت حکمران اشارۃً قتل کی دھمکی دی لیکن آپ نے اس کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی۔

مسور بن مخرمہ کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ بازار میں گشت کر رہے تھے کہ مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولولوء آپ کو ملا۔ وہ عیسائی تھا۔ وہ بولا اے امیر المومنین آپ مغیرہ بن شعبہ سے میری سفارش کر دیں کیونکہ مجھ پر بہت خراج لگا ہوا ہے۔ آپ نے پوچھا تم پر کتنا خراج ہے؟ وہ بولا روزانہ دو درہم۔ آپ نے پوچھا تمہارا پیشہ کیا ہے؟ وہ بولا میں بڑھئی ہوں اور نقاش اور لوہار بھی ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا چونکہ تم کئی کام کرتے ہو اس لیے تمہارا خراج زیادہ نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کہتے ہو کہ میں ایک ایسی چکی بنا سکتا ہوں جو ہوا کے زور سے آٹا پیس دے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تم میرے لیے ایسی چکی بنا دو۔ وہ بولا اگر میں زندہ رہا تو میں آپ کے لیے ایسی چکی بناؤں گا جس کا مشرق و مغرب میں چرچا رہے گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ آپ نے فرمایا اس غلام نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے۔ پھر آپ اپنے گھر واپس چلے گئے[۳۳]

حق مساوات

قانون کے سامنے تمام انسان مساوی ہیں کسی کو کوئی ترجیحی یا استثنائی مقام حاصل نہیں۔ اسلام یہ آفاقی اصول پیش کرتا ہے کہ تمام انسان

مساوی ہیں اور سب ہی ایک مرد و عورت کی اولاد ہیں :

یا یھا الناس إنا خلقنا کم من ذکر و انثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن اکرمکم عند اللہ اتقا کم إن اللہ علیم خبیر[۳۴]

لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ تمام انسانوں کے باپ آدم تھے اور آدم کو مٹی سے بنایا گیا ہے[۳۵]

ابو نضرۃؓ سے مروی ہے حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے یہ بھی فرمایا :

یا یھا النّاس ألا ان ربکم واحد و إن أباکم واحد ألا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لأحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر إلا بالتقوی[۳۶]

اے لوگو آگاہ رہو بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے آگاہ رہو کہ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو سُرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت نہیں ہے ماسوائے تقویٰ یعنی خوفِ خدا کے۔

قانون کی نظر میں سب یکساں ہیں اور سب کے لیے ایک ہی قانون ہے۔ اسلام قوموں کی ہلاکت اور بربادی کی ایک وجہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ان کے ہاں امیروں کے لیے اور قانون پایا جاتا تھا اور غریبوں کے لیے اور۔ افعال کی جزا و سزا کے معاملے میں انسانوں کے درمیان امتیازی سلوک نہیں ہوگا۔ ایک فعل میں جو جزا یا سزا ایک انسان کے لیے ہے وہ جزا سزا دوسرے انسان کے لیے بھی ہوگی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ عہد نبوی میں ایک بڑے اور معزز قبیلے کی عورت نے چوری کا ارتکاب کیا۔ قبیلہ کے لوگوں نے حضرت اسامہؓ کو حضور اکرمؐ کے پاس سفارش کے لیے بھیجا۔ حضور اکرمؐ اس

موقع پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا :

یاایھا الناس إنما ضلّ من قبلکم انھم کانوا اذا سرق الشریف ترکوہ واذا سرق الضعیف فیھم اقاموا علیہ الحد وایمُ اللہ لوأن فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطع محمد یدھا[۳۷]

اے لوگو تم سے پہلے کی قومیں ہلاک ہو گئیں جب کوئی معزز چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے اور قسم خدا کی اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو محمد اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتے ۔

ہر قسم کے ظلم سے تحفظ انسان کا بنیادی حق ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے :

"لا تظلمون ولا تظلمون"[۳۸]

نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا ۔

ظلم سے تحفظ کے ساتھ ساتھ ظلم اور ظالم کے خلاف صدا بلند کرنا بھی انسان کا حق ہے کسی شخص کو اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے اُوپر ہوتے والے ظلم و زیادتی کے خلاف عدالت تک رسائی حاصل کرے اور انصاف کا طلبگار ہو ۔ فرمان باری تعالیٰ ہے :

"لا یحب اللہ الجھر بالسوٓء من القول إلا من ظلم وکان اللہ سمیعا علیما"[۳۹]

اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی بدگوئی پر زبان کھولے اِلا یہ کہ اس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے ۔

قرآن مجید میں عدل وانصاف سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے :

" اعدلوا ھو اقرب للتقوی"[۴۰]

عدل سے کام لو یہ تقویٰ کے بہت قریب ہے ۔

لہذا ہر انسان کے ساتھ عادلانہ اور منصفانہ برتاؤ ہوگا ۔ ہر انسان صرف اپنے فعل کا ہی ذمہ دار ہوگا کسی دوسرے کے جرم کی سزا اسے نہیں دی جائے گی اس سلسلہ میں قرآنی اصول یہ ہے :

"ولا تکسب کل نفس إلا علیھا ولا تزر وازرۃ وزر أخری"[۴۱]

ہر شخص جو کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔

عمرو بن الاحوص سے روایت ہے کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

أَلا لا یجنی جان إلا علی نفسہ ولا یجنی والد علی ولدہ ولا مولود علی والدہ[۴۲]

آگاہ رہو جو جرم کرے گا صرف اسی سے مؤاخذہ کیا جائے گا اور باپ کے جرم میں بیٹا نہیں پکڑا جائے گا نہ بیٹے کے جرم میں باپ۔

حق تعلیم دنیا کے ہر دستور میں تعلیم کو عام طور پر انسانی حقوق کی فہرست میں درج کیا جاتا ہے۔ تعلیم کے معاملے میں اسلام کا زاویہ نظر مختلف ہے اسلام تعلیم حاصل کرنے کو انسان کا حق نہیں بلکہ فرض قرار دیتا ہے حق اور فرض میں فرق یہ ہے کہ حق سے دستبردار ہوا جا سکتا ہے لیکن فرض ادا کیے بغیر خلاصی ممکن نہیں۔ رسول اکرمؐ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اسمیں پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا:

إقراء باسم ربك الذى خلق[۴۳]

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تعلیم حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض قرار دیا ہے۔

انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:

"طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم"[۴۴]

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"اس علم معرفہ سے اس عمل کا علم مراد لیا ہے جس کا واجب ہونا مسلمانوں پر مشہور ہے اور کوئی علم مراد نہیں لیا تو اس سے صاف وجہ اس بات کی معلوم ہوگی کہ عمل کے واجب ہونے کے وقت میں بتدریج علم واجب ہوتا جائے گا"[۴۵]

یعنی انسان کو اپنی زندگی میں جس جس عمل سے واسطہ پڑے گا اس کے بارے میں اس عمل

کی حد تک علم حاصل کرنا ضروری ہے ۔ لہذا اسلامی مملکت کے دستور میں درج بنیادی حقوق میں تعلیم کا ذکر اور انداز میں ہوگا۔ تعلیم حاصل کرنے کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے شہری یہ حق ضرور رکھتے ہیں کہ مملکت ان کو تعلیم کے حصول کے مواقع فراہم کرے ۔ لہذا تعلیم کے حصول کے مواقع حاصل کرنا انسان کا بنیادی حق ہے ۔

یہ ہے بنیادی حقوق کے بارے میں اسلام کی تعلیمات کا ایک طائرانہ جائزہ ۔ آج انسان کی اجتماعی زندگی کی ہر سطح پر حقوق کی جو غیر منصفانہ تقسیم اور اس کے خلاف ایک مسلسل معرکہ آرائی نظر آتی ہے اس کا واحد حل یہی ہے کہ اسلام کے عطا کردہ پائیدار اور منصفانہ بنیادی حقوق کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں ادا کیا جائے اس لیے کہ ان کے پیچھے وحی کی قوت کار فرما ہے اور جس نظام کے پیچھے وحی کی قوت نہ ہو وہ کبھی کامل اور پائیدار نظام نہیں ہوتا ۔

حواشی

۱۔ ابن منظور، ابوفضل جمال الدین محمد بن مکرم۔ لسان العرب۔ دار صادر بیروت۔ ج ۱۰ ص ۴۹

۲۔ Black's Law Dictionary, 5th ed. West Publishing Co. 1979, p.1189

۳۔ سورۃ المائدۃ: آیات ۲۸۔۲۹۔

۴۔ Fundamental rights and contitutional rights in Pakistan, by Syed Sharifuddin Pirzada, All Pakistan Legal Decisions Lahore 1966, p.1

۵۔ الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ ابواسحاق۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ۔ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ باول شارع محمد علی بمصر۔ الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵م۔ ج ۲۔ ص ۸

۶۔ ایضاً۔ ج ۲ ص ۱۰

۷۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۱۹۸۳۔۸۔۶

۸۔ خالد الاتاسی، محمد۔ شرح المجلۃ۔ مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ۔ الجزء الأول ص ۵۵

۹۔ ایضاً۔ ص ۷۶

۱۰۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید۔ السنن۔ (اردو ترجمہ) مترجم وحید الزمان۔ اہل حدیث اکادمی لاہور۔ ج ۱ ص ۳۸

۱۱۔ الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ ابواسحاق۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ۔ محولا بالا ایڈیشن المسألۃ التاسعۃ۔ ج ۴ ص ۴۷

۱۲۔عبدالرزاق بن ہمام۔المصنف۔المجلس العلمی۔الطبعۃ الأول ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲م۔
ج۱۰۔ص ۲۴۲

۱۳۔ سورۃ بنی اسرائیل ۔ آیت ۳۳

۱۴۔ سورۃ المائدۃ ۔ آیت ۳۲

۱۵۔البخاری، محمد بن اسماعیل ۔الجامع الصحیح ۔ مترجم محمد عادل خان، محمد فاضل قریشی مکتبہ
تعمیرانسانیت لاہور ۱۹۷۹ء ۔کتاب العلم ج۱۔ص ۱۱۶

۱۶۔ مالک بن انس، الامام۔الموطا۔مترجم وحید الزمان۔اسلامی اکادمی لاہور کتاب الحدود ص ۵۷۹

۱۷۔عبدالکریم زیدان، الدکتور۔الوجیز فی اصول الفقہ۔مکتبہ القدس مؤسسۃ الرسالۃ بغداد
۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵م۔ص ۹۳

۱۸۔ سورۃ الحجرات ۔آیت ۱۲

۱۹۔ سورۃ البقرہ ۔آیت ۱۸۸

۲۰۔الطبری، محمد بن جریر۔تاریخ الامم والملوک ۔دار القلم بیروت ۔الجزء الثالث ج۲ص۱۶۹

۲۱۔سورۃ آل عمران ۔آیت ۱۳۷

۲۲۔ سورۃ البقرہ ۔آیت ۸۵

۲۳۔ مالک بن انس، الامام۔الموطا۔محولہ بالا ایڈیشن ۔کتاب الاقضیۃ۔ص ۵۲۵

۲۴۔ سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۶

۲۵ ۔ سورۃ الاعراف ۔آیت ۱۶۵

۲۶ ۔ سورۃ الزاریات ۔آیت ۱۹

۲۷۔ سورۃ الماعون ۔ آیات ۱ ۔۷

۲۸۔ البخاری، محمد بن اسماعیل ۔الجامع الصحیح ۔محولہ بالا ایڈیشن۔کتاب الاجارہ۔ج۱ص ۷۸۳

۲۹۔ سورۃ النور۔آیت ۲۷

۳۰۔ سورۃ الحجرات آیت ۱۲

۳۱۔الطبری، محمد جریر۔تاریخ الامم والملوک،مترجم سید رشید احمد ارشد نفیس اکیڈمی لاہور ۱۹۶۷ء
ج۳ ص ۲۴۱

۳۲۔ سورۃ الحجرات ۔ آیت ۶
۳۳۔ الطبری، محمد بن جریر ۔ تاریخ الامم والملوک ۔ محولہ بالا ایڈیشن ۔ ج ۳ ص ۱۴۲
۳۴۔ سورۃ الحجرات ۔ آیت ۱۳
۳۵۔ الطبری، محمد بن جریر ۔ تاریخ الامم والملوک ۔ محولہ بالا ایڈیشن ج ۱ ۔ ص ۴۰۱
۳۶۔ احمد بن حنبل، الامام ۔ المسند ۔ المکتب الاسلامی دار الفکر بیروت ج ۵ ص ۴۱۱
۳۷۔ البخاری، محمد بن اسماعیل ۔ الجامع الصحیح ۔ محولہ بالا ایڈیشن ۔ کتاب الحدود ج ۳ ۔ ص ۶۲۳
۳۸۔ ابن ہشام، ابو عبداللہ عبدالملک ۔ السیرۃ النبویۃ ۔ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت
القسم الثانی ص ۶۰۳
۳۹۔ سورۃ النساء ۔ آیت ۱۴۸
۴۰۔ سورۃ المائدہ ۔ آیت ۸
۴۱۔ سورۃ الانعام ۔ آیت ۱۶۴
۴۲۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید ۔ السنن ۔ محولہ بالا ایڈیشن ۔ ج ۲ ص ۳۳۲
۴۳۔ سورۃ العلق آیت ۱
۴۴۔ مالک بن انس، الامام ۔ الموطا ۔ محولا بالا ایڈیشن ۔ کتاب الاقضیۃ ص ۵۲۵
۴۵۔ الغزالی، ابو حامد محمد ۔ احیاء علوم الدین ۔ مترجم محمد احسن نانوتوی ۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور
ج ۱ ص ۳۱